پروفیسر خالد شبیر احمد قسط اوّل

علامہ اقبال اور قادیانیت

دورِ حاضر کے مشہور مفکر، مدبر، دینِ اسلام کے حوالے سے عظیم دانش ور مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب ''کاروانِ مدینہ'' کے صفحہ ۲۴۲ پر ختمِ نبوت کے عقیدہ کے تحفظ میں علامہ اقبالؒ کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

''ہندوستان کے علمائے اسلام اور اربابِ فکر ونظر نے قادیانی فتنے کو بہت اندیشہ کی نگاہ سے دیکھا۔ اور اپنی زبان وقلم اور علم کے ہتھیاروں سے اس فتنہ کے استیصال کی پوری جدوجہد کی اور ظاہر ہے کہ ایک ایسے سیاسی اقتدار کے دور میں، جو خود اس فتنہ کا مربی اور سر پرست ہو، اس سے زیادہ کوئی کوشش ممکن نہ تھی۔ ان مجاہدینِ اسلام میں سرفہرست ان چار حضرات کے نام ہیں۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مولانا احمد علی مونگیریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا انور شاہ کاشمیریؒ (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) اور اسلامی جماعتوں میں سب سے زیادہ جوش اور سرگرمی کے ساتھ اس گروہ کے خلاف جنگ کرنے والی جماعت مجلس احرارِ اسلام رہی۔ جن کے قائد اور روحِ رواں عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے۔ اس زمرے میں اسلام کے مایہ ناز مفکر ڈاکٹر محمد اقبالؒ بھی ہیں۔ جنہوں نے اپنی بعض تصانیف میں بہت صاف صاف لکھا کہ قادیانیت نبوتِ محمدی کے خلاف ایک بغاوت ہے۔ اسلام کے خلاف ایک سازش ہے۔ یہ ایک مستقل دین ہے۔ اس کے ماننے والے ایک الگ امت ہیں اور یہ امت، عظیم اسلامی امت کا ہرگز جزو نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اقبالؒ کوئی دقیانوسی ''مولوی'' نہ تھے۔ اُن کا شمار دنیائے اسلام کے نہایت بلند تعلیم یافتہ اور روشن خیال افراد میں تھا۔ اور وہ اتحادِ اسلامی کے اُن اول درجہ کے داعیوں میں سے تھے، جن کی دعوت کا اولیں اصول بے تعصبی اور رواداری ہے۔ لیکن چونکہ مرزا غلام احمد کو قریب سے جانتے تھے۔ (یاد رہے کہ مرزا غلام احمد اور علامہ اقبالؒ دونوں پنجاب کے رہنے والے تھے) اور اُن کے مذہب اور اُن کے مقاصد واسرار سے گہری واقفیت رکھتے تھے۔ اس لئے وہ بھی اس فتنے کے خلاف سخت رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے اور وہ پہلے شخص تھے، جنہوں نے قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا خیال پیش کیا''

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے قادیانیت کے بارے میں جو کچھ نظم یا پھر نثر کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اُس کے پیچھے اُن کے اُس جذبہ عقیدت کا کارفرمائی تھی، جو آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ تھی۔ اُن کا سارا کلام اسی ایک محور یعنی جذبۂ عشق رسول ﷺ کے ارد گرد گھومتا اور گردش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ خصوصاً آپ کی زندگی کا آخری دور تو اس عشق سے لبریز ہے۔ حضور ﷺ کا نام لب پہ آتے ہی آنکھیں فرطِ عقیدت سے بھر آتی تھیں اور دل ودماغ مدینے کی فضاؤں میں محوِ پرواز

ہوجایا کرتا تھا۔وہ اگرچہ درِرسول ﷺ پر حاضری نہ دے سکے۔لیکن ان کا دائرہ تخیل اور زورِ کلام ہمیشہ حجاز کی پرکیف فضاؤں میں پرواز کرتا رہا۔یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام و بیان کے اسرار و رموز ،دل و دماغ پر ایک عجب ڈھنگ سے اثر انداز ہوتے ہیں۔وہ اپنے فکر کو ذکرِرسول ﷺ اور عقیدتِ رسول ﷺ کے حسین جذبات واحساسات سے سجاتے ہیں۔وہ خود کہتے ہیں ۔

بحرفے می تواں گفتن تمنائے جہانے را
من از شوقِ حضوری طول دارم داستانے را

اس حقیقت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ فکری ارتقاء مختلف ادوار میں بٹا ہوا ہے۔اس کی ابتداء سے لے کر انتہا تک مختلف ادوار ہمارے سامنے ہیں۔پوری زندگی انہوں نے عصرِ حاضر کے ساتھ ایک کشمکش اور فکری جنگ میں گزاری۔انہوں نے مغربی تہذیب کے مادی فلسفہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔نہ صرف انکار بلکہ دینی جذبات سے لیس ہو کر اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے ،دلائل و براہین کے ساتھ اسے جھوٹ بھی ثابت کر دیا۔علامہ اقبالؒ کی بڑائی کا راز ،اس بات میں مضمر ہے کہ انہیں اپنے مؤقف کی صداقت پر ایک لازوال یقین ہے۔وہ بڑے اعتماد سے اپنی بات کرتے ہیں۔اُن کی زندگی کا وہ حصہ جو انہوں نے یورپ کے اندر بغرضِ تعلیم بسر کیا،اس لحاظ سے ایک قیمتی عرصہ ہے کہ اسی دوران انہوں نے انگریزی تہذیب وتمدن کو بنظرِ غائر دیکھا۔وہ بڑے دلیرانہ انداز اور بڑے وثوق کے ساتھ یہ بات کہتے ہیں کہ قیامِ مغرب کے دوران انہوں نے جو مشاہدہ کیا،وہ سارے کا سارا،بے سود،بے نور،اور بے کیف تھا۔جس نے انہیں دردو کرب کے سوا کچھ نہ دیا۔وہ اس سے کیا متاثر ہوتے۔اسے نزدیک سے دیکھ کر پہچان گئے۔اُن کے دوربین نگاہیں،اُس غازہ کے پار چلی گئیں،جو اُس تہذیب کے مکروہ خدوخال پر جما دیا تھا۔

مئے از میخانۂ مغرب چشیدم
بجانِ من دردِ سر خریدم
نشستم بانکویان فرنگی
ازاں بے سوز تر روزے نہ دیدم

فرنگی تہذیب کے برگ وبار میں انہیں انسانیت کا موسم خزاں جھلکتا نظر آیا تو پھر بہارِ محمدی ﷺ کی طرف نگاہیں ایسی لوٹیں کہ لوٹ کے نہ آئیں اور وہیں جمی رہیں۔

نظر جس جا لگی ہے بس لگی ہے
جہاں اٹکا تھا دل میرا وہیں ہے

انہوں نے اپنی اُس زندگی کا ذکر کیا ہے، جو انہوں نے یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں گزاری لیکن کچھ اس انداز کے ساتھ کہ پڑھنے والوں کا دل بھی اُچاٹ ہو کے رہ جاتا ہے۔ وہ اُن کے علم اور کتابوں کو خشک اور افسردہ قرار دیتے ہیں۔ اُن کے فلسفے کو دقیق اور تہذیب و تمدن کو فتنہ انگیز کہتے ہیں۔ سارے یورپ کو ایک خود فراموش خطہ قرار دیتے ہیں۔ جہاں کے رہنے والوں نے زمین و آسمان کی وسعتوں سے تو آشنائی حاصل کر لی۔ لیکن اگر نہیں پہچانا تو اپنے آپ کو نہیں پہچانا۔

بہ افرنگی بُتاں دل باختم من
زتاب دیریاں بگداختم من
چناں از خویشتم بیگانہ بودم
جو دریدم خویش رانشا ختم من

یہیں سے اقبالؒ کے فکر کو وہ ارتقاء ملتا ہے، جو آج بھی بامِ عروج پر ہے اور ابد تک بامِ عروج پر ہی رہے گا۔ جیسے جیسے زمانے کے مشاہدات اُن کے دل و دماغ پر حقیقتوں کے راز کھولتے چلے گئے۔ وہ سرورِ کائنات ﷺ کے والا و شیدا ہوتے چلے گئے۔ ایسے شخص سے قادیانیت کے گمراہ کن عقائد بھلا کیسے اوجھل رہ سکتے تھے۔ اقبالؒ نے ان کے مکروہ عقائد پر ایسی تنقیدی نگاہ ڈالی کہ ان کی گمراہی پر دہ تلبیس سے منصہ شہود پر آ گئی۔ مسلمانوں کو تو خیر علامہ اقبالؒ کی تحریروں سے ہمت، ولولہ، حوصلہ ملا۔ لیکن قصرِ خلافت پر غم و اندوہ کے بادل چھا گئے۔ ان کے حوصلوں پر اوس پڑ گئی۔ وہ اقبالؒ سے نہ جانے کیا امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ دفعتاً پوری فضا ہی بدل گئی۔ عقیدۂ ختمِ نبوت کی دینِ اسلام میں اہمیت پر ان کی تحریریں اب تا بہ ابد مسلمانوں کے لئے نشانِ راہ بن گئی ہیں۔ ان شاء اللہ! قادیانیوں کے راستے وقت کے ساتھ ساتھ مشکل سے مشکل تر ہوتے چلے جائیں گے اور ایک دن یہ فتنہ افرنگ صفحۂ ہستی سے یوں مٹ جائے گا۔ جیسے کسی تحریر سے حرفِ غلط مٹا دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''فکرِ اقبالؒ'' کے صفحہ نمبر ۲۴۱ پر اقبالؒ کے دینِ اسلام کے بارے میں خیالات و اعتقادات اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

''اسلام اس لئے ایک دینِ کامل ہے کہ اس کی تعلیم میں انسان پر زندگی کی ماہیت کو واضح کر دیا گیا ہے اور اس کو تکمیل خودی کے سیدھے راستے بتا دیئے گئے ہیں۔ ان طریقوں کا عرفان جد و جہد سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ قلزمِ حیات کے کنارے پہ بیٹھ کر جو حکمت، حقیقت تک پہنچنا چاہتی ہے۔ اس کو کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ زندگی حرکت ہے اور سکون میں سمجھ نہیں آ سکتی۔ فقط جد و جہد کرنے والوں کو خدا حقیقتِ حال سے آشنا کرتا ہے۔

ساحل افتادہ گفت گرچہ بسے زیستم
ہیچ نہ معصوم شُد آہ کہ من کیستم

موج نہ خود رفتۂ تیز خرا میدہ و گفت
ہستم اگرمی روم نہ روم نیستم

تمام احکام شریعت کا مقصد یہی ہے کہ انسان اپنے نفس کو پاکیزہ اور قوی بنائے، جو طریق عمل اس کی وسعت اور قوت میں حارج ہوتے ہیں۔ اُن سے اجتناب کی تلقین کرے۔

اسلام پیش کرنے والے نبی ﷺ کی خود تمام انبیاء اور انسانوں کے مقابلے میں زیادہ اور استوار تھی۔ اس لئے ان کی زندگی نوعِ انساں کے لئے اسوۂ حسنہ بن گئی۔ اسلام ایک خالص ترین پیغام حیات ہے۔ نہ نبی کی ترقی کی کوئی انتہاء ہے اور نہ عام انسانوں کی ترقی کی کوئی آخری حد، ارتقاء جاری ہے اور جاری رہے گا۔ لیکن نبوت کا مقصد حقیقتِ حیات کو واضح کر دینے کے بعد پورا ہو گیا۔ ''اکملت لکم دینکم'' کے یہی معنی ہیں۔ اگر قرآن نے واضح طور پر محمد ﷺ کو ''خاتم النبیین'' نہ بھی کہا ہوتا تو بھی وضاحتِ مقصودِ دین کے بعد کسی اور نبی کا آنا تحصیل حاصل ہوتا۔ اقبالؒ بڑی شدت کے ساتھ ختم نبوت کے قائل تھے۔ ایک مغربی مفکر نے اقبالؒ کے عقائد پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ارتقائے لا متناہی کا قائل ختم نبوت کا کس طرح قائل ہو سکتا ہے۔ جب زندگی ابدالاباد تک نئے انداز اور نئے اندازِ حیات پیدا کر سکتی ہے، تو کسی ایک شخص کی تعلیم یا زندگی ختم کیسے ہو سکتی ہے؟ دراصل یہ تناقص ہے۔ اقبالؒ کے ہاں اس کا جواب یہ ہے کہ زندگی کے لا متناہی ارتقاء اور اس کے لامحدود ممکنات کو واضح کر دینا ہی نبوت کی منتہا ہے۔ یہ کام پورا ہو گیا تو نبوت بھی لازماً ختم ہو گئی۔ خود نبی کے انسان کامل ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کی اپنی ذات کے لئے کوئی بلند تر درجہ ارتقاء باقی نہیں رہا۔ ارتقاء کی آخری منزل تو خدا ہے مگر کوئی شخص لا متناہی ارتقاء سے خدا نہیں بن سکتا۔ نہ عمل کی کوئی انتہاء ہے نہ علم کی، اس لئے نبی مسلسل استغفار بھی کرتا ہے اور ''ربِ زدنی علماً'' کی دعا بھی مانگتا ہے۔ عرفان کی بھی کوئی انتہا نہیں۔

اسلام کا مقصد زندگی کو کسی ایک صورت میں جامد کرنا نہ تھا، بلکہ اسے لا متناہی انقلاب و ارتقاء کا راستہ بتانا تھا۔ نبوت کا ایک انداز ختم ہو گیا، لیکن ارتقائے حیات ختم نہیں ہوا۔ اسلام کے دین کامل ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نے یہ تلقین کی کہ کوئی صورت قابل پرستش نہیں۔

صورت نہ پرستم من

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں الجھ کے نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

اقبالؒ قرآن پاک کو دین کی مکمل کتاب سمجھتا ہے۔ اکثر مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ فقط قرآن اسلام کے لئے کافی نہیں اور حدیث کے بغیر قرآن کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اقبالؒ کا عقیدہ یہ ہے کہ صحیح اور مستند احادیث مقاصد قرآن اور مقاصد اسلام کو واضح کرتی ہیں اور خاص حالات پر اسلامی عقائد کا اطلاق ہیں، لیکن جہاں تک اصول اور اساسِ اسلام کا تعلق ہے۔ قرآن سے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ احادیث کی صداقت وصحت کا معیار بھی قرآن ہی ہے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

اقبالؒ کے نزدیک عقیدۂ ختمِ نبوت دینِ اسلام کا مرکز اور محور ہے۔ جب تک کوئی اپنے مرکز کے اردگرد گھومتی رہتی ہے، بحال رہتی ہے۔ کسی چیز کے متحرک اور بحال ہونے کا انحصار مرکز کے مضبوط اور مستحکم ہونے پر ہے۔ پھر اقبالؒ کے ہاں اسلام کے تصور ملت کو ''اتحاد بین المسلمین'' (پین اسلام ازم) میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ جبکہ تصور ملت کی ساری عمارت حضور اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کے عقیدے پر استوار ہے۔ اقبالؒ، سید جمال الدین افغانیؒ کے بعد دنیائے اسلام کی دوسری بڑی شخصیت ہیں، جو ''تحریکِ اتحاد بین المسلمین'' کے علمبردار ہیں۔ اُن کی نثر اور نظم دونوں اس بات کے گواہ ہیں کہ اقبالؒ دنیائے اسلام کے مسلمانوں کو پرچم اسلام تلے جمع کرنے اور عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے عمر بھر بے چین رہے۔ اُن کی تحریروں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ قیام پاکستان کو بھی حصول مقصد کا ذریعہ ہے اور مقصد فقط دنیا کے مسلمانوں کو اتحاد بین المسلمین کی تحریک کے ذریعے متحد و متفق کرنا ہے۔ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق وطن کو محض جغرافیائی اکائی تسلیم کرتے ہیں۔ وہ وطن کی بنیاد پر مسلمانوں کی تقسیم کے قائل نہیں۔ بلکہ ملت کی بنیاد پر دنیا کے ہر مسلمان کو ملتِ اسلامیہ کا فرد قرار دیتے ہیں۔ خواہ وہ کسی بھی وطن یا پھر کسی ہی قوم کا فرد کیوں نہ ہو۔ اقبالؒ کے ہاں کائنات مدرکہ کی اعلیٰ ترین قدر و قیمت فرد کے ذاتی شعور میں مضمر ہے لیکن یہ شعور اس وقت تک پیدا نہیں ہوتا، جب تک کہ فرد اپنے آپ کو ملت سے وابستہ نہ کرے۔

فرد را ربط جماعت رحمت است
جوہر اُو را کمال از ملت است
ناتوانی باجماعت یار باش
رونق ہنگامۂ احرار باش

فردی گیرد زملت احترام
ملت از افراد می یابد نظام

قیام جماعت کی تلقین اور تائید حدیثوں کے ذریعے بھی واضح ہے۔ ''جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے'' جو جمعات سے علیحدہ ہوا جہنم رسید ہوا'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں '' تفرقہ'' سے بچو! کہ آدمی شیطان کا حصہ ہے۔ جس طرح بچھڑی ہوئی بکری بھیڑیئے کا حصہ ہوتی ہے''۔ گویا اقبالؒ کے ہاں اُن کی تمام تر فکری کاوش کا مقصد ''اجرائے نبوت'' کا ڈھونگ رچا کر مسلمانوں کو چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کرنا ہے۔ اقبالؒ وحدت پر زور دیتے ہیں۔ قادیانیت مسلمانوں کو تقسیم در تقسیم کرنے کے درپے ہے۔ اس لئے اقبالؒ کا قادیانیت کے ساتھ ٹکراؤ ایک فطری امر تھا، جو ہو کر رہا۔ اقبالؒ اسلام کی تعلیمات سے مکمل آشنا تھے۔ دوسری طرف قادیانیت انگریزوں کی ایماء پر مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے وحدت کی وادی سے نکال کر تفرقے کی گھاٹی میں دھکیل دینا چاہتی تھی۔ تاکہ اُنہیں قابو کرنا آسان اور سہل ہو جائے۔ اگر قادیانیت کی پوری تعلیمات کا مقصد اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے تو اس کے سوا اور کیا ہے۔ کہ ملت اسلامیہ کو تفریق اور اختلاف کی زد میں لا کر برطانوی سامراج کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ ان سے جذبۂ جہاد کو مکروہ الہام اور جھوٹے اجتہاد کے سرد خانے میں ڈال کر قیامت تک کے لئے منجمد کر دیا جائے۔ تاکہ دنیا کے یہود و نصاریٰ بڑے آرام کے ساتھ دنیا پر اپنی مرضی مسلط کر سکیں۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس مسلمانوں کی عقیدت و محبت کا دامن چھڑا کر مرزائے قادیانی کے دامن سے باندھ دیا جائے تاکہ قیامت تک کے مسلمان ایک مرکز سے محروم ہو جائیں۔ مسلمانوں کو راستہ بھلا دو تاکہ دشمن جب چاہے، جدھر چاہے لے جا کر اپنی مطلب براریوں کے لئے استعمال کر سکے۔ مسلمانوں میں خدا ترسی، خدا پرستی، امن و عافیت، فلاح و نجات، انسانیت کی بلندی، اور انسانی اقدار کی رفعت شیطان کو پسند نہیں۔ اس لئے شیطان ایسے حیلے اختیار کرتا رہتا ہے۔ ایسے سبب بناتا رہتا ہے، جس سے رحمان کی تعلیمات متاثر ہوں اور انسان یونہی گمراہیوں میں بھٹکتا رہے۔ چنانچہ شیطان قادیانیوں جیسے سیاسی فرزندوں سے اپنے پرستاروں کو پیغام دیتا ہے۔ ؎

لاکر برہمنوں کو سیاست کے پیچ میں
زناریوں کو دیر کہن سے نکال دو
وہ فاقہ مست کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات

اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج

مُلّا کو اُن کے کوہ ودمن سے نکال دو

اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو

آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو

اقبال کے نفس سے ہے لالہ کی آگ تیز

ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو

چنانچہ شیطان کے اسی فرمان کے مطابق قادیانیوں نے اقبالؒ جیسے غزل سرا کو چمن سے نکالنے کی جو ناکام اور بے سود کوششیں کی ہیں، وہ قادیانی لٹریچر کا ایک اہم حصہ ہیں۔ جو اُن کی مختلف کتابوں کے مختلف صفحات پر ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ انہی کتابوں میں سے ایک کتاب ''تاریخ احمدیت'' جلد ہشتم کے صفحہ ۷۱ پر قادیانی رقم طراز ہیں۔ (جاری ہے)

عازمینِ حج متوجّہ ہوں

حج

ریگولر اور اسپانسرشپ اسکیم کے تحت

درخواست فارم کی تکمیل اور گروپ سازی اور تربیت

میں شمولیت کے لئے رابطہ کریں۔

رفیق الحجاج۔ کراچی

زیر سرپرستی: جناب مولانا احترام الحق تھانوی صاحب مدظلہ،

دفتر: مرکزی جامع مسجد تھانوی جیکب لائن کراچی۔ فون: 7784816

اوقاتِ کار: نمازِ عصر سے عشاء کی نماز تک (جمعہ اور اتوار کو بھی دفتر کھلا رہتا ہے)